دین اور اہل دین کو مٹانے سازش

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
بانی: جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن

یہ زمانہ ڈپلومیسی اور چال بازی کا ہے، جس مخالف اور بزعم خود دُشمن طبقہ اور اس کے مراکز کے خلاف جنگ کرنی ہوتی ہے، میدانِ حرب وضرب اور جبر واستبداد میں گرم جنگ لڑنے سے برسوں پہلے میدانِ صحافت میں سرد جنگ لڑی جاتی ہے، یعنی پہلے اس کے خلاف اخبارات ورسائل میں مضامین ومقالات شائع ہوتے ہیں تاکہ زمین یعنی رائے عامہ کو اس کے خلاف ہموار کرلیا جائے، اس کے بعد حکومت کی ''کنٹرولنگ مشینری'' حرکت میں آتی ہے اور ابتداء میں صرف حکومت سے ''ریگ نیشن'' یعنی الحاق کی دعوت دی جاتی ہے، ساتھ ساتھ ''ایڈ'' یعنی مالی امداد کا لقمہ چرب وشیریں اربابِ مراکز ومدارس کے منتظمین کے سامنے ڈالا جاتا ہے، اگر یہ حربہ کامیاب نہیں ہوتا تو پھر قانون کے ذریعے ریگ نیشن یعنی الحاق پر مجبور کیا جاتا ہے، اس کے بعد نصاب اور درسی کتابوں میں کتر وبیونت کی جاتی ہے، قدیم علوم کی ٹھوس قابلیت پیدا کرنے والی کتابیں نکال کر اُن کی جگہ عصری علوم وفنون کی کتابیں لائی جاتی ہیں، اس طرح دینی علوم کی جان تو نکال ہی لی جاتی ہے، اسی کے ساتھ ان ملحقہ مدارس کی سندوں کو وزارتِ تعلیمات سے منظور کرادیا جاتا ہے اور سرکاری و نیم سرکاری تعلیمی وغیر تعلیمی اداروں میں ملازمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ طلباء کے لیے لقمہ چرب و شیریں ڈالا جاتا ہے، اور پورے ملک سے ماہرینِ علوم دینیہ کو کھینچ لینے اور آزاد عربی مدارس کو ویران کردینے کی غرض سے ان نیم سرکاری یا سرکاری درس گاہوں میں کام کرنے والے ماہرین ومحققین علوم دینیہ کے لیے گراں قدر مشاہروں اور الاؤنسز کے اعلان کیے جاتے ہیں، ان کی سالانہ ترقی اور تنخواہ کے منہ میں پانی بھرلانے والے گریڈ مقرر کیے جاتے ہیں، یہ آزمودہ کار علماء ومحققین کے زبان وقلم کو حکومت کے خلاف بولنے اور لکھنے سے باز رکھنے کے لیے طلائی زنجیریں تیار کی جاتی ہیں۔

ان تدبیروں کے بعد بھی جو دین کو دنیا پر ترجیح دینے والے علماء حق اور آزاد مدارسِ دینیہ عربیہ کے اساتذہ ومبلغین اور

واعظین وخطباء اس دام ہم رنگ زمین میں گرفتار ہو کر اپنی کلمہ حق کہنے کی آزادی قربان نہیں کرنا چاہتے، ان کے خلاف حکومت کا قانون حرکت میں آتا ہے، اوّل ان کی بقدرِ کفاف روزی پر حملہ کیا جاتا ہے اور ڈپٹی کمشنر کی منظوری کے بغیر پبلک سے چندہ وصول کرنا قانوناً ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، پھر ان کے گوشۂ عافیت پر یورش ہوتی ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعے یادگارِ صفہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یعنی مدارسِ عربیہ اور مکاتب دینیہ کی عمارتوں پر قبضہ کر کے انہیں خانماں برباد کر دیا جاتا ہے، خدا کے گھروں یعنی مسجدوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعے غیر سند یافتہ مؤذنین، ائمہ اور خطباء کے لیے مسجدوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اوقاف کی قائم کردہ منتظمہ کمیٹی کے سیکریٹری سے اعلان کرا دیا جاتا ہے کہ سیکریٹری کی اجازت کے بغیر کوئی بھی عالمِ دین مسجد میں وعظ نہیں کہہ سکتا، پبلک جلسوں میں علماء حق کو جلسوں سے روکنے کے لیے ''دفعہ ۱۴۴'' لگا دی جاتی ہے۔ ان علماء و مبلغین و واعظین کو، جن سے حکومت کے خلاف بولنے کا خطرہ ہوتا ہے، کسی خاص علاقہ میں، ان کی بستی میں، یا گھروں میں قانونِ ''تحفظ امن عامہ'' کے تحت نظر بند کر دیا جاتا ہے، یا زبان بندی کر دی جاتی ہے، اور جن علمائے حق کے ملک میں موجود ہونے کو ہی حکومت اپنے مفاد کے لیے مضر سمجھتی ہے، اُن کو جلاوطن کر دیا جاتا ہے۔ تا آں کہ علمائے حق کے پاس قانون شکنی کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں رہتا اور وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں، تب گرم جنگ شروع ہوتی ہے اور اور جیلوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اگر جیلوں کی وحشیانہ اور ننگ انسانیت ایذاء رسانیاں بھی اُن کو حق بات کہنے سے نہیں روک سکتیں تو حکومتیں اُن کو سولی پر چڑھا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتیں، اور علماء حق امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، اور امام احمدؒ کی سنت کو بے دریغ زندہ کرتے ہیں اور قید و بند کی تمام ترسختیوں بلکہ موت فی سبیل اللہ کو بھی لبیک کہتے ہیں۔

یہ ہوتے ہیں علمائے حق پیدا کرنے والی علوم دینیہ کی درس گاہوں اور علماء حق کے بابرکت وجود کو کسی روئے زمین سے مٹانے کے دہ سالہ اور پنج سالہ منصوبے اور ان کے مختلف مرحلے، سادہ لوح عوام اُن سے قطعاً ناواقف ہیں، مگر علماء حق اُن سے خوب اچھی طرح واقف ہیں، اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں ہر مزاحمت کا مقابلہ کرنے اور ہر ظلم و جور کو سہنے اور ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں، مگر کسی مرحلہ پر بھی علوم دینیہ کی حفاظت کا فرض انجام دینے اور حکومت کے اثر سے آزاد دینی خدمت انجام دینے کی سعادت سے کسی قیمت پر بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وما توفیقنا الا باللہ، ھو مولانا، نعم المولیٰ و نعم النصیر''۔

☆......☆......☆